ضرب الامثال (کہاوتیں)

تمہید:

کسی بھی زبان میں کہاوتیں ادبی شہ پارے کی حیثیت رکھتی ہیں۔انہیں انگریزی میں Proverbs اور عربی میں ضرب الامثال کہا جاتا ہے۔یہ نثری ادب کی ایک اہم صنف ہے۔دنیا کی ہر زبان میں پائی جاتی ہیں خواہ اس کا کوئی رسم الخط ہو یا نہ ہو۔اس کی تاریخ کا تعین ناممکن ہے بس یہ سمجھ لیجیے کہ جب سے حضرت انسان نے بولنا اور مل جل کر رہنا شروع کیا اسی وقت سے ان کا ظہور ہوا۔یہ اپنے دامن میں سامان تفریح، ادبی نقطے، واقعہ/تاریخ کی یاد، شخصی ذکر، قومی تہذیبی وتمدنی کہانیاں اور نہ جانے کیا کیا سمیٹے بیٹھی ہیں۔عام طور پر مختصر اور غیر مکمل ہوتی ہیں۔ان کی تخلیق پڑھے لکھے اور ان پڑھ ہر ایک کے ہاتھوں ممکن ہے۔ دراصل یہ انسانی تجربات اور عقل ودانش کا بیش بہا خزانہ ہیں جو تشنگان علم کو عقلی غذا بہم پہنچاتی ہیں اور ان پر علم وحکمت کے خزانوں کے دروازے واکرتی اور ان کے زبان وبیان کو جلا بخشتی ہیں۔مختصر ہونے کی وجہ سے زبان زد عام وخاص ہو جاتی ہیں۔

اس موضوع پر عربی زبان میں متعدد کتابیں موجود ہیں جن میں عربی کہاوتوں کو جمع کر کے ان کی توضیح وتشریح کی گئی ہے۔ان کا مطالعہ نہایت دلچسپ اور اہم ہے۔مبرد کے ہاتھوں لکھا گیا یہ ادبی شہ پارہ ایک نمونے کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔

أغراض ومقاصد:

1۔ طلبہ عربی ادب کے دیگر اصناف کی طرح عربی کہاوتوں سے واقف ہوں گے۔ان کے معانی ومفہوم کو سمجھیں گے۔ان کے تاریخی اور تہذیبی اہمیت سے روشناس ہوں گے اور اپنے ذخیرۂ علم میں اس اہم صنف کا اضافہ کریں گے۔

2۔ طلبہ کو اس سے ادباء وخطباء کی تحریروں اور تقریروں کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ان سے ناواقفیت کی صورت میں طلبہ ایسی گفتگو اور تحریر سمجھنے سے قاصر رہیں گے جن میں کہاوتوں کا استعمال کیا گیا ہو، ساتھ ہی ساتھ وہ لذتِ زبان وبیان سے محروم رہ جائیں گے۔

3۔ طلبہ اس صنف سے روشناس ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے محلِ استعمال سے بھی واقف ہوں گے اور بوقت

ضرورت انہیں اپنی تقریروں اور تحریروں میں استعمال کر سکیں گے۔

متن سبق:

"الأمثال " من كتاب الكامل للمبرد

قال أبوالعباس من أمثال العرب : "لم يذهب من مالك ما وعظك" يقول : إذا ذهب من مالك شيئ فحذَّرك أن يحلّ بك مثله فتاديبه إياك عوض من ذهابه . ومن أمثالهم: "رب عجلة تهب ريثا" وتأويله أن الرجل يعمل العمل فلا يحكمه للإستعجال به، فيحتاج إلى أن يعود فينقضه، ثم يستأنف. والريث : الإبطاء، وراث عليه أمره : إذا تأخر. ومن أمثال العرب: "عشّ ولا تغتر" وأصل ذلك أن يمر صاحب الإبل بالأرض المكلئة فيقول : أدع أن أعشي إبلي منها حتى أرد على أخرى، ولا يدري ما الذي يرد عليه. وقريب منه قولهم: "أن ترد الماء بماء أكيس" وتاويله أن يمر الرجل بالماء فلا يحمل منه اتكالا على ماء آخر يصير إليه ، فيقال له : أن تحمل معك ماء أحزم لك، فإن أصبت ماءً آخر لم يضرك، فإن لم تحمل فخففت من الماء عطبت. ومن أمثالهم : "قد أحزم لو أعزم " يقول : أعرف وجه الحزم فإن عزمت فامضيت الرأي فأنا حازم، وإن تركت الصواب وأنا أراه وضيعت العزم لم ينفعني حزمي. ومثله قول النابغة الجعدي:

أبى لي البلاء وأني امرؤ إذا ما تبينت لم أرتب

وقال أعرابي يمدح سوّار بن عبدالله :

وأوقف عند الأمر ما لم يضح له وأمضى إذا ما شك من كان ماضيا

فالذي يحمد إمضاء ما تبين رشده، فأما الإقدام على الغرر، وركوب الأمر على الخطر، فليس بمحمود عند ذوي الألباب.

صاحب سبق کا تعارف:

مبرد : شخصیت اور کارنامے

مبرد کا پورا نام ابوالعباس محمد بن یزید بن عبدالاکبر ہے۔ اپنی خوبصورتی یا باریک بینی اور برجستگی کی وجہ سے مبرّ د کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس کا شمار علم بلاغت ،نحو اور نقد کے بلند پایہ علماء میں ہوتا ہے۔ 10 ذی الحجہ 210ھ بمطابق

1

825ءکو بصرہ میں آنکھیں کھولی۔ اپنے زمانہ کے عظیم المرتبت علماء لغت ونحو سے علم حاصل کیا۔ اس کے بعض اساتذہ کے نام یہ ہیں:

ابوعمر صالح بن اسحاق الجرمی (ایک بہت بڑے فقیہ اور نحو ولغت کے عالم تھے۔) ابوعثمان بن محمد بن عثمان المازنی (ان کے بارے میں خود مبرد کا قول ہے کہ وہ سیبویہ کے بعد علم نحو کے سب سے بڑے عالم تھے۔) اسی طرح اس نے جاحظ سے بھی کسبِ فیض کیا، سنا اور روایت کی یہاں تک کہ جاحظ کا شمار اس کے شیوخ میں ہونے لگا۔ اس کے علاوہ ابوحاتم السجستانی سے بھی استفادہ کیا جو اپنے دور کے شعر، نحو اور لغت کے بہت بڑے عالم تھے۔ اسی طرح ابومحمد عبداللہ بن محمد (التوزی) سے بھی مستفید ہوا جو شعر کے بہت بڑے عالم تھے۔ مبرد کی شخصیت کی تعمیر میں صرف مذکورہ شیوخ ہی کا کردار نہیں ہے جن سے اس نے براہ راست علم حاصل کیا بلکہ علمی مصادر کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ چنانچہ اس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ کتابوں کا بڑا شوقین تھا چناں چہ اس نے اپنے اسلاف کی ہر اس کتاب کو پڑھا جو اسے دستیاب ہوئیں۔

مازنی کے بعد مبرد کو متفقہ طور پر نحویوں کا اور اپنے استاذ کے بعد ادب ولغت کا امام مان لیا گیا۔ چناں چہ اس کے پاس شاگردوں کا تانتا بندھ گیا اور اس کا گھر علم ومعرفت کے متلاشیوں کا کعبہ وقبلہ ہو گیا۔ بہت سے سردارانِ قوم اور قومی سربراہوں نے اسے اپنے بچوں کو ادب سکھانے پر مامور کیا۔ باوجود اس کے کہ وہ تقریبا نو عباسی خلفاء کا ہم عصر رہا ہے لیکن ان میں سے صرف متوکل سے ہی ملاقات ہو سکی۔

مبرد سے استفادہ کرنے والے شاگردوں کی بھی ایک بڑی تعداد ہے جن کا شمار اپنے وقت کے بڑے ادباء اور نامور علماء میں ہوتا ہے۔ جنھوں نے مختلف علوم وفنون میں طبع آزمائی کی اور بہت سی عمدہ اور مشہور کتابوں کی تصنیف کی۔ ان میں سب سے مشہور زجاج ہیں جنھوں نے ان سے بہت زیادہ روایت کی اور انھیں بغداد میں مبرد کا شاگرد اول ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ اس کے علاوہ ان کے شاگردوں میں صولی، نفطویہ نحوی، ابن سراج، اخفش الاصغر، ابوطیب الوشاء، ابن المعتز العباسی، ابوالحسین بن جزار اور ابوجعفر النحاس شامل ہیں۔

مبرد کے علمی وادبی منزلت کے باوجود اس کی چند ہی تصانیف ہم تک پہنچ سکی ہیں۔

ا۔ الکامل: اس کا شمار ادب کی اُمہات الکتب میں ہوتا ہے۔ متعدد بار زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ سید بن علی المرصفی نے اس کی شرح 'رغبۃ الامل فی شرح الکامل' کے نام سے آٹھ جلدوں میں لکھی ہے۔

۲۔ الفاضل: یہ ایک مختصر کتاب ہے جس کا اسلوب اختیاری ہے۔ طرائف اور حسن اختیار پر انحصار کیا گیا ہے۔

۳۔المقتضب: تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔نحو وصرف کے تمام موضوعات کو واضح اسلوب میں بھرپور دلائل و شواہد کی روشنی میں لکھا ہے۔

۴۔ شرح لامیۃ العرب۔

۵۔ ماتفق لفظہ واختلف معناہ من القرآن المجید۔

۶۔ المذکر والمؤنث۔

۷۔ نسب عدنان وقحطان۔اس کے علاوہ چند مخطوطات کو بھی اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مثلاً:

۱۔ التعازی والمراثی

۲۔ الروضہ۔

ان کے علاوہ قدیم عربی مصادر ومراجع میں اس کی چند دوسری کتابوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔لیکن وہ دستیاب نہیں ہیں۔ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ الاختیار: اس کا تذکرہ مبرد نے الکامل میں کیا ہے۔

۲۔ الاشتقاق: ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۳۔ الشافی: شرح الکافیہ میں مذکور ہے۔

۴۔ الفتن والمحن: صولی نے اخبار ابی تمام میں ذکر کیا ہے۔

۵۔ الاعتناب: بغدادی نے خزانۃ الادب میں ذکر کیا ہے۔

۶۔ شرح ما اغفلہ سیبویہ: ابن ولاد نے الانتصار میں اس کا ذکر کیا ہے۔

وفات: مبرد کی وفات ۲۸ ذی الحجہ ۲۸۶ھ بمطابق ۵ جنوری ۹۰۰ء کو بغداد میں ہوئی۔

الکامل: ایک تعارف

کتاب کا مکمل نام الکامل فی اللغہ والادب ہے۔یہ مبرد کی سب سے عمدہ اور مشہور کتاب ہے اس کا شمار ادب کی اساسی کتابوں میں ہوتا ہے۔علمی وادبی حلقوں میں اسے قبول عام حاصل ہے چناں چہ کچھ لوگوں نے اس کی شرحیں لکھیں اور کچھ نے حواشی لکھنے پر اکتفا کیا اور اسکی غلطیوں سے لوگوں کو آگاہ کیا۔اس کتاب کو مبرد نے اپنے آخری دنوں میں لکھا ہے اور

یہ اس کی ایک اہم ترین کتاب مانی جاتی ہے۔

ابن خلدون اس کتاب کے متعلق اپنی کتاب ''المقدمہ'' میں لکھتا ہے ''ہم نے تعلیم کی مجلسوں میں اپنے شیوخ سے سنا ہے کہ اس فن (ادب) کی اساس وارکان پر چار کتابیں ہیں اور وہ ابن قتیبہ کی ادب الکاتب، مبرد کی الکامل، جاحظ کی البیان والتبیین اور ابوعلی القالی البغدادی کی کتاب النوادر ہے اوران کے علاوہ کی حیثیت فروعی ہے۔

قاضی الفاضل کا کہنا ہے کہ میں نے اس کتاب کوستر مرتبہ پڑھااور ہر بار کچھ نئے فائدے ملے۔

اسی طرح ابوالفرج المعافی بن زکریا نے اپنی کتاب ''الجلیس الصالح الکافی والانیس الناصح الشافی'' میں کتاب کی اہمیت کوواضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابوالعباس محمد یزیدنحوی نے اپنی کتاب الکامل کے اندر بہت سارے قصص وواقعات ذکر کیے ہیں جن کی کوئی سندنہیں ہے۔اس کتاب کے اندرلغت کے مشتقات،ان کی تشریحات، اس کے رموز وأسراراورنحو واعراب کے پیچیدہ اورغیر پیچیدہ مسائل کو بیان کیا ہے جن کے بارے میں صحیح رائے قائم کرنا ایک مشکل اُمر ہے۔اوراس جیسی دیگر چیزیں بھی بیان کی ہیں جوان کی وسعت علم،قوت فہم اور لطافت فکر کی غماز ہیں۔

کتاب کا آغاز ایک مختصر مقدمہ سے ہوتا ہے جس میں صاحب کتاب نے کتاب کے مقصد اور منہج سے بحث کی ہے۔مصنف کہتے ہیں کہ یہ کتاب جوہم نے تالیف کی ہے وہ اُدب کی تمام اقسام چاہے شعر ہو یا نثر کہاوتیں ہوں یا نصیحتیں رسائل ہوں یا خطبے تمام کوشامل ہے اوراس کا مقصداس کے اندرآئے ہوئے تمام غریب کلام یا غیرواضح مفہوم کی تشریح ہے نیز اسمیں اعراب کی ایسی مناسب وضاحت کی گئی ہے کہ یہ کتاب خوداس سلسلے میں کافی ہوجائے اور دوسروں کی طرف مراجعت کرنے سے بے نیاز کردے۔

پھر کتاب کو ابواب کی صورت میں تقسیم کیا ہے جن کی تعداد 59 کو پہنچتی ہے پہلا باب ''من کلام العرب: الاختصار المفہم والاطناب المفخم'' ہے جب کہ آخری باب ''منتخب طریف الشعر وذکر آیات من القرآن رُبّما غلط فی مجازھا النحویون'' ہے۔

اس کتاب کی مختلف شرحیں لکھی گئیں جن میں ایک شرح محمد بن یوسف المازنی السرقسطی (المتوفی 538ھ) کی ہے۔جس کا ذکر حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب کشف الظنون میں کیا ہے۔دوسری شرح شیخ سیدعلی المرصفی نے آٹھ جلدوں میں لکھی ہے اوراس کا نام رغبۃ الامل من کتاب الکامل رکھا ہے۔اس کے علاوہ اور بھی شرحیں ہیں جن کا تذکرہ کتاب کے محقق الدکتورمحمد الدالی نے کیا ہے۔

اسی طرح کتاب کی قدیم وجدید مختلف طبعات بھی منظرعام پر آچکی ہیں جن میں سے بیشتر غیر تحقیق شدہ ہیں۔ان

میں سے سب سے بہترین اور خوشنما طباعت مؤسسة الرسالہ بیروت کی ہے جس کی تحقیق دکتور محمد احمد الدالی نے کی ہے جو تین جلدوں میں ہے اور صفحات کی مجموعی تعداد 1504 ہے جب کہ چوتھا حصہ علمی وفنی فہارس کے لیے خاص ہے ان فہارس کی کل تعداد 31 ہے اس کے علاوہ امام ابن السید البطلیوسی اور ابوالولید الوقشی کی کتاب ''القرط علی الکامل'' سے نقل کردہ علمی فوائد کا مجموعہ بھی اس میں شامل ہے۔

خوارج سے متعلق معلومات پر یہ کتاب اہم مصدر کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ اس میں انھوں نے بہت سارے واقعات ذکر کیے ہیں اور اس میں ان کے اشعار، ان کے خطبے، جماعتیں اور قائدین کو ایک مستقل باب میں ذکر کیا ہے۔ کتاب میں بلاغت کے اہم اشارات بھی شامل ہیں چناں چہ انہوں نے کنایہ، مجاز، استعارہ اور ان کے انواع والتفات ،تجرید اور تشبیہ ایجاز واطناب پر ایک طویل بحث کی ہے یہاں تک کہ اس کے لیے ایک باب خاص کر دیا ہے۔

اس کتاب میں عربوں کی بہت ساری کہاوتیں اور ان کی تشریحات بھی شامل ہیں ساتھ ہی ساتھ ان کہاوتوں کی اصل اور ان مواقع کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن میں وہ بولی جاتی ہیں۔ جن کی تعداد تقریبا 75 کو پہنچتی ہے.

کتاب کی خاصیت یہ بھی ہے کہ اس میں لغت کے بہت سے مسائل اور متن کی تشریح بہت باریکی اور گہرائی سے کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں متن کی شرح اور لغوی مسائل کے بیان کے بعد بہت سارے نحوی مسائل کا بھی ذکر کیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ یہ کتاب عربی کی مفید ترین کتابوں میں سے ایک ہے جو کہ نفس کو مثقف اور روح کو مہذب بناتی ہے، عقل کو جلا بخشتی ہے، فکری آفاق کو وسیع کرتی ہے اور انسان کے اندر علم ومعرفت سے محبت کی قوت میں اضافہ کرتی ہے۔

متن کا ترجمہ:

ابو العباس المبرّد نے عربوں کی ایک کہاوت بیان کی ہے کہ ''لم یذھب من مالک ما وعظک'' تمہارا ہر ضائع ہونے والا مال تمہیں نصیحت کر جاتا ہے''۔ وہ کہتا ہے کہ جب کبھی تمہارے مال میں سے کچھ ضائع ہوتا ہے تو وہ تمہیں متنبہ کرتا ہے کہ پھر تمہارے ساتھ ایسا معاملہ پیش نہ آئے تو یہی یاددہانی تمہارے لیے اس ضیاع کا متبادل بن جاتی ہے۔ عربوں کی کہاوت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ''رب عجلة تھب ریثاً'' کبھی جلد بازی تاخیر کا باعث بن جاتی ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ آدمی کوئی کام کرتا ہے اور جلد بازی میں اسے اچھے طریقے سے نہیں کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ کرتا ہے تو اسے اور خراب کر دیتا ہے۔ نتیجۃً اس کو نئے سرے سے کرنا پڑتا ہے۔ اور رَیث کے معنی سستی اور تاخیر کے ہیں اور راثَ علیہ أمرُ ہ کا مطلب کسی کام میں تاخیر ہو جانے کے ہیں۔ اسی سے ملتی جلتی ایک کہاوت اردو میں ''جلدی کا کام شیطان کا'' ہے۔ عربی کہاوتوں میں سے ایک یہ بھی ہے ''عش ولا تغتر'' چَرا لو دھوکہ میں نہ رہو۔ اس کی اصل یہ ہے کہ شتربان سرسبز زمین سے گزرے تو یہ سوچ کر

آگے بڑھ جائے کہ چھوڑ واسے! اونٹ کو آگے کہیں دوسری جگہ چرالوں گا جب کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ آگے کیا ہے۔ اور اسی سے قریب قریب ایک اور کہاوت ہے ”أن ترد الماء بماءٍ أكيس“ کہ سمجھداری یہ ہے کہ تم چشمہ پر اترو، تو بھی تمہارے ساتھ پانی ہو“ اس کی تاویل یہ ہے کہ آدمی چشمہ پر اترے اور وہاں سے اس امید پر پانی نہ لے کہ آگے اسے مل جائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تم اگر اپنے ساتھ پانی لیتے ہو تو وہ تمہارے لیے عقلمندی کی بات ہوگی کیوں کہ اگر تم نے دوسرے چشمہ کو پالیا تو تمہارا کوئی نقصان نہیں اور اگر تم نے پانی نہیں لیا تو پانی کے بوجھ سے تو بچ گئے لیکن خود کو ہلاک کر دو گے۔

عربوں کی ایک اور کہاوت ہے: ”قد احزم لو أعزم“ میں اگر کسی چیز کا عزم کرتا ہوں تو حکمت سے کام لیتا ہوں۔ کہنا یہ چاہتا ہے کہ میں ہوشیاری و دانائی کے پہلو کو سمجھتا ہوں۔ پس اگر کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیتا ہوں تو اسے عملی جامہ پہنا دیتا ہوں، تو میں اس صورت میں عقل مند ہوا اور اگر میں نے صحیح کو صحیح سمجھتے ہوئے بھی چھوڑ دیا اور حوصلے سے کام نہیں لیا تو میری عقل مندی میرے کسی کام کی نہیں۔

اسی سے ملتا جلتا نابغہ الجعدی کا بھی قول ہے:

أبى لي البلاء وأني امرؤ إذا ما تبينت لم أرتب

آزمائشیں میرے قریب نہیں آتی ہیں کیوں کہ میں ایک ایسا آدمی ہوں کہ جب انہیں بھانپ لیتا ہوں تو کھسک لیتا ہوں (ٹھہرتا نہیں)۔

ایک بدو سوار بن عبداللہ کی مدح سرائی میں کہتا ہے:

وأوقف عند الأمر ما لم يضح له وأمضى إذا ما شك من كان ماضيا

وہ ہر معاملے میں کافی غور وفکر کرتا ہے جب تک کہ وہ بالکل واضح نہ ہو جائے اور صواب کا پہلو واضح ہو جانے کے بعد ذرا بھی توقف نہیں کرتا بلکہ سب سے بڑھ کر انجام دینے والا ہوتا ہے۔

وہ کام قابل تعریف سمجھا جاتا ہے جس میں درستگیٔ رائے واضح ہو جائے۔ رہا ہلاکت کی طرف قدم بڑھانا اور خطرات کو مول لینا تو وہ اہل دانش کے نزدیک قابل تعریف عمل نہیں ہے۔

لغوی تحقیق:

مَثَل ج اَمثَال (مادہ : م،ث،ل): بات، کہاوت، عبرت، دلیل۔

حَذَّ رَتَحذِیرٌ مصدر بروزن تفعیل حَذَّ رَہٗ: خوف دلاناً متنبہ کرناً چوکنا کرناً۔

1

أَدَّبَ يؤدب تأدِيبٌ مصدر بروزن تفعیل: مہذب بنانا، شائستہ بنانا، ادب سکھلانا، جرم پر سزا دینا۔

رُبَّ حرف جر ہے حسب سیاق کلام تکثیر وتقلیل کا فائدہ دیتا ہے اور نکرہ پر داخل ہوتا ہے اور زائد کے حکم میں ہوتا ہے اور نکرہ کے لیے شرط ہے کہ موصوف ہو اور جب اس کے آخر میں ''ما'' لاحق ہوتا ہے تو عمل نہیں کرتا اور اس صورت میں فعل اور معرفہ پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے: رُبَّما الخلیلُ مُقبِل اور رُبَّما أقبلَ الخلیلُ اور کبھی اس صورت میں بھی عمل کرتا ہے جیسے: رُبَّما ضَربۃٍ بسیف صقیلٍ۔

وَھَبَ یَھَبُ وَھباً وَھِبَۃَ المال فلاناً ولفلانٍ: ہبہ کرنا، دینا، (مادہ :وہ ب) مثال واوی، باب فتح یفتح کے وزن پر آتا ہے۔

الرَیث: سستی اور تاخیر۔

أَحْکَمَ الشئَ: باب افعال بروزن اِسلام، اِقرار، اِبلاغ (مادہ: ح ک م): مضبوطی سے کرنا۔

اِستعجل یستعجل استعجال مصدر بروزن استفعال، (مادہ: ع ج ل): برانگیختہ کرنا، جلدی کرنے کا حکم دینا، سبقت کرنا، آگے بڑھ جانا۔

نَقَضَ نَقْضاً البناءَ: عمارت ڈھانا، العہدَ أو الامر: عہد شکنی کرنا، (مادہ :ن ق ض بروزن باب نصر ینصر)۔

اِستأنفَ اِستِئنافاً الشَئَ: از سرنو کرنا، کوئی کام دوبارہ شروع کرنا (مادہ: أ ن ف، بروزن استفعال)۔

عَشّٰی تَعشِیَۃَ الرجلَ: شام کا کھانا کھلانا / الابلَ: اونٹ کو رات میں چرانا۔ (مادہ: ع ش ی، باب تفعیل، ناقص یائی، بروزن زَکّٰی یُزَکِّی تزکیۃ۔

اِغْتَرَّ واستَغَرَّ بکذا: دھوکا کھانا، (مادہ: غ رر، بروزن باب افتعال)۔

کلأ وکلِیَٔ (س) کلأ المکانَ: سبزہ زار ہونا، المُکلِئۃ ج مُکلِئات: سرسبز، (اسم مفعول، واحد مؤنث، مادہ: ک ل ء)۔

وَرَدَ یَرِدُ وُرُوداً الماءَ: پانی پر آنا، مثال واوی (مادہ ورد، باب ضرب یضرب)۔

ک ی س کاسَ یکِیْسُ کَیساً وکِیَاسَۃَ الغلامُ (مادہ: ک ی س): زیرک ہونا، ذہین ہونا۔/ فلاناً: دانائی میں غالب آنا۔ أکیَسُ اسم تفضیل مؤنث کَیسیٰ وکُوسیٰ ج کَیس۔

حَزُمَ یحزم حَزْماً وحَزامَۃَ (مادہ: ح زم، باب کرم): ہشیاری اور دور اندیشی سے کام لینا۔ أحزَمَ اسم تفضیل ہے حَزُمَ سے۔

خَفَّ یخف (ض)خَفاً وخِفَّۃً وخَفَّۃً (مادہ خ ف ف، باب ضرب): ہلکا ہونا۔

عَطِبَ یعطب (س)عَطَباً (مادہ ع ط ب، باب سمع): ہلاک ہونا ۔

اُمضَی اِمضَاءَ الامرَ (مادہ م ض ی، باب اِفعال بروزن اِلقاء، ناقص یائی ہے): انجام کو پہنچانا۔

اَبَیٰ یابی (فَ ضَ)اِباءً واِبَاءَۃَ الشئَ (مادہ ء ب ی، باب فتح اور ضرب) : ناپسند کرنا، انکار کرنا۔

تَبَیَّنَ الشئَ (مادہ ب ی ن، باب تفعل بروزن تحدث): واضح ہونا۔الشئَ: واضح کرنا ٌغور و تامل کرنا۔لازم متعدی دونوں استعمال ہے۔

وَقَفَ یَقِفُ وَقْفاً ووُقُوْفاً (مادہ و ق ف، باب ضرَبَ): ٹھہرنا ٌچپ چاپ کھڑا ہونا۔/وفی المسألۃ: شک کرنا ٌاُوقف اسم تفضیل من وقف۔

الرُشد: ہدایت، راہِ راست پر ہونا (مصدر مادہ ر ش د)۔

رَشَدَ یرشدرُشداً اَورَشاداً وَرشِدَ یَرشدرَشَداً: ہدایت پانا۔

اَلغَرَرُ ہلاکت کے در پے۔کہاجاتاہے اَناغَرَرٌ منک: میں تم سے دھوکے میں ہوں۔غَرَّہٗ (مادہ غ ر ر، باب نصر) غَرّاًوغُرُوراً ٌدھوکا دینا۔

اللُبُّ: ہر چیز کا خالص، خالص عقل۔ وہ چیز جو وہم وغیرہ کی آمیزش سے پاک ہو۔ لُبّ ج اُلباب ٌذو الالباب ج ذوي الالباب یعنی صاحب فہم وفراست، صاحب عقل وذکاء۔

اَدبی صنف کا تعارف:

ضرب الامثال یا کہاوتیں

ضرب الامثال دولفظوں ضرب اور امثال کا مرکب ہے۔ضرب کے لفظی معنی مارنا۔ضرب فی الأرض کے معنی زمین میں سیر کرنا، چلنا پھرنا، گھومنا۔مثل جمع امثال کے متعدد معانی لغت میں ملتے ہیں۔عبرت، نصیحت، نشانی۔قرآن میں آیا ہے(فجعلناھم سلفاً ومثلاً للآخرین) (سورہ الزخرف، آیت: ۵۶)۔۲۔ نظیر، مثال: قرآن میں ہے(مثلھم کمثل الذي استوقدناراً) (البقرہ، آیت:۱۷) ۳۔ جانوروں کی زبانی قصہ وکہانی، جیسے امثال کلیلہ ودمنہ (کلیلہ ودمنہ کی کہانیاں وقصے)۔ ۴۔ حجت اور دلیل: مثال کے طور پر کہتے ہیں اَقام لہ مثلاً یعنی اس نے ایک دلیل دی، اس نے ایک حجت قائم کی۔۵۔اعلی درجے کی مثال، نمونہ، کہتے ہیں ''وھو مثل فی الاخلاق العالیۃ''، یعنی وہ اعلی اخلاق کا ایک نمونہ ہے۔

اسی سے المثل السائر کا لفظ آیا ہے یعنی وہ قول جو لوگوں میں چل پڑے۔اسی کو کہاوت کہتے ہیں ۔ یہ ایک یا دو جملوں پر مشتمل اس کلام کو کہتے ہیں جس سے کسی خاص واقعہ سے عبرت ونصیحت ہو اور وہ اسی طرح کے دیگر مواقع پر بار بار استعمال کیا جاتا ہے۔

ابو ہلال العسکری اپنی کتاب جمھرۃ الامثال میں لکھتے ہیں کہ مَثَل کی اصل کلام میں دو چیزوں کے درمیان یکسانیت اور تشابہ کے ہیں جیسے کہتے ہیں کما تدین تدان یعنی جیسے کرو گے ویسے بھرو گے۔اسی سے ضرب المثل نکلا ہے، کہتے ہیں ضرب فی الارض یعنی زمین میں چلا پھرا۔اور کہتے ہیں ضرب الامثال رکہاوتیں اسی طرح نقل کی جاتی ہیں جس طرح عربوں سے سنی گئی ہیں، اس کے صیغوں میں تبدیلی نہیں کی جاتی۔مثال کے طور پر ایک ضرب المثل (کہاوت) ہے الصیفَ ضیعتِ اللبنَ یہاں پر ضیعتِ کے تِ کو کسرہ دیتے ہیں کیوں کہ اس کی اصل ایک حکایت ہے۔اور پہلی مرتبہ اسی طرح بولی گئی پھر وہ اسی طرح عام ہوگئی۔

ابراہیم نظام نے ضرب المثل کے بارے میں کہا ہے کہ اس میں چار چیزیں پائی جاتی ہیں جو کسی اور کلام میں نہیں پائی جاتی ہیں۔مختصر الفاظ، صحیح معنی، بہترین تشبیہ اور حسین کنایہ اور یہ بلاغت کا درجۂ کمال ہے۔

کہاوت کی ایک تعریف یہ کی گئی ہے:

’’کسی واقعے یا قصے وغیرہ کا نتیجہ جو لگے بندھے الفاظ میں بطور مثال بیان کیا جائے، کہاوت یا ضرب المثل کہلاتا ہے‘‘۔

ایک اور تعریف یہ ہے کہ:

’’ہر وہ فقرہ یا مصرع کہاوت بن جاتا ہے جو بطور نظیر زبان زد عام اور مشہور ہو جائے۔جیسے سانپ بھی مر جائے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے‘‘۔ کچھ اور کہاوتیں ملاحظہ فرمائیں: آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا، آم کے آم گٹھلیوں کے دام، اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، انگور کھٹے ہیں، اونچی دکان پھیکا پکوان، الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا، نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔اونٹ کے منہ میں زیرہ، اندھے کے ہاتھ بٹیر، دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا، آ بیل مجھے مار۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ضرب المثل یا کہاوت اس مختصر قول کو کہتے ہیں جو لوگوں میں مشہور ہو جائے اور کسی حکمت یا تجربہ یا روایت یا تشبیہ اور اسی طرح کسی کہانی، قصہ جو کہ لوگوں کی نصیحت کے لیے بیان کی جاتی ہے، پر دلالت کرتی ہے۔

محاورہ اور کہاوت میں فرق:

کہاوت ایک مکمل جملہ ہوتا ہے، جسے تبدیل کیے بغیر لکھا اور کہا جاتا ہے، جب کہ محاورہ مصدر کی شکل میں ہوتا ہے جسے مختلف افعال میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ مثلاً اندھوں میں کانا راجا، ایک کہاوت ہے۔ اس میں ''اندھوں'' کو ''بہروں'' سے یا ''کانا'' کو 'سیانا' سے تبدیل نہیں کر سکتے۔ جب کہ ڈینگیں مارنا جو کہ محاورہ ہے اسے فاعل یا فعل کے لحاظ سے تبدیل کر سکتے ہیں۔ جیسے وہ ڈینگیں مارتا ہے، تم ڈینگیں مارتے ہو، ڈینگیں مت مارو، ہم سب نے ڈینگیں ماری۔ **اس کی کچھ اور مثالیں:** آنکھ چرانا، منہ کی کھانا، آٹے میں نمک ہونا، آسمان کے تارے توڑنا، الو بنانا۔

ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی نے اپنی کتاب ''عربی ادب کی تاریخ'' (ج ۱/۱۰۱۔۱۰۳) پر اس موضوع پر بحث کی ہے۔ ضروری حذف واضافہ کے ساتھ اس کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

عربی زبان کی کہاوتوں کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ بخلاف شعراء انہیں صرف پڑھے لکھے اور مہذب لوگوں ہی نے نہیں کہے بلکہ عوام نے بھی حکیمانہ کہاوتیں کہی ہیں۔ اسی لیے بعض کہاوتوں میں لفظ و معنی کا وہ حسین امتزاج نہیں ہے جو عام طور سے ان کہاوتوں کی امتیازی خصوصیت ہے۔ یعنی ان میں وہ خوبصورت اور دقیق معنی نہیں جو پڑھے لکھے اور مہذب طبقہ کے افراد کی کہاوتوں میں ملتے ہیں۔ جیسے ''أول ماطلع ضب ذنبہ''۔ اسی لیے بعض کہاوتوں کے معنی الفاظ سے نہیں بلکہ سن کر معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے ''بعین ما اریتک'' ابو ہلال العسکری نے اپنی کتاب جمہرۃ الامثال میں اس کے معنی جلدی کرو کے بتائے ہیں۔ جو الفاظ سے نہیں ملتے محض سن کر یہ معنی معلوم ہوئے۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ عربی زبان میں کہاوتیں دو طرح کی پائی جاتی ہیں۔ حقیقی یعنی جنہیں انسانوں نے کہی ہیں اور فرضی جو جانوروں کے منہ سے ادا کی گئی ہیں۔ جانوروں کے منہ سے کہاوتیں کہلانے کا رواج اس وقت پڑا جب معاشرہ میں حکمراں طبقہ اور سربرآوردہ لوگوں کی ظلم و زیادتی بڑھ گئی اور مفکرین و مصلحین کو اس کا خطرہ پیدا ہوا کہ اگر انھوں نے اپنی زبان سے اس قسم کے جملے کہے جن کی چوٹ حکمراں طبقے یا سربراہِ مملکت پر پڑے گی تو وہ ان پر ظلم و زیادتی کریں گے۔

ذیل میں زمانہ جاہلی کی چند منتخب کہاوتیں دی جاتی ہیں۔ ان سے اندازہ ہوگا کہ عربوں نے زندگی اور تجربات سے ایسی جامع و مانع اور مؤثر کہاوتیں وضع کی ہیں جو آج تک اپنی معنویت اور جامعیت میں نمونہ اور عربی ادب کی جان ہیں۔ اور آج بھی ان کے استعمال سے کلام میں حسن اور معنی میں گہرائی اور اعجاز پیدا کیا جاتا ہے۔

''ان البغاث بأرضنا تستنسر'': کمزور چڑیاں بھی ہماری زمین میں گدھ جیسی طاقتور بن جاتی ہیں۔ یہ مثل ایسے موقع پر کہی جاتی ہے جب کمزور آدمی طاقت اور قوت کا مظاہرہ کرنے لگے، گھٹیا آدمی بڑا بن جائے جیسے اردو میں کہتے ہیں ''بلی بھی اپنے دروازے پر شیر ہوتی ہے''۔

''ربّ رمیۃ من غیر رام'' کبھی تیراندازی نہ جاننے والے کا تیر بھی ٹھیک نشانہ پر لگ جاتا ہے۔ یہ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے جب کوئی شخص ایسا کام کر جائے جس سے یہ توقع نہ کی جاتی ہو کہ وہ بھی یہ کر سکتا ہے۔ یا کوئی شخص کسی چیز کی مہارت نہ رکھتا ہو لیکن اتفاقیہ طور سے وہ کام اچھا کر گیا۔ جیسے اردو میں کہتے ہیں اندھے کے ہاتھ بٹیر۔

''سبق السیف العذل'': تلوار ملامت سے سبقت لے گئی۔ اسے ضبعہ بن ادبن طانجہ نے کہا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت گزرنے کے بعد تلافی ممکن نہیں۔ جیسے اردو میں ''تیر کمان سے نکل گیا'' یا اب پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

''ان کنت ریحا فقد لاقیت اعصاراً'' اگر تم گرد باد یعنی بگولے سے تمہارا سابقہ پڑ گیا یہ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو اپنے آپ کو بہت زیادہ چالاک اور ہوشیار سمجھتا ہو لیکن اس کا پالا اس سے بھی زیادہ چالاک اور ہوشیار آدمی سے پڑ جائے۔ جیسے سیر کو سوا سیر۔

''انک لاتجنی من الشوک العنب'' تم کانٹوں سے انگور نہیں توڑ سکتے یعنی کسی برے آدمی سے بھلائی کی امید نہیں کی جاسکتی۔ یا ہندی میں ایک کہاوت ہے بویا پیڑ ببول کا آم کہاں سے کھائے''۔

''ذکرنی فوک حماری اھلی'' تیرے منہ نے میرے گھر کے دونوں گدھے یاد دلا دیئے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب امید و توقع کے خلاف کوئی بات ہو جائے۔ اس کہاوت کو ایک آدمی نے کہا تھا اس کے دو گدھے کھو گئے تھے۔ وہ ان دونوں کو ڈھونڈنے نکلا۔ راستے میں ایک عورت دکھائی دی اور اسے بھا گئی۔ چناں چہ وہ اپنے گدھوں کو بھول کر اس کے پیچھے ہو لیا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد راستے میں جب اس نے اپنا منہ کھولا اور اس آدمی نے اس کا بدصورت چہرہ دیکھا تو یہ مثل کہی۔ جیسے اردو میں کہتے ہیں ڈھول میں پول۔

''أوسعتھم سبّا وأوردوا بالابل'' میں نے ان کو جی بھر کے گالیاں دیں اور وہ اونٹ لے بھاگے۔ اس کہاوت کے پیچھے بھی ایک واقعہ ہے، ایک آدمی اپنے اونٹ چرا رہا تھا اچانک کچھ چوراچکوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اونٹ لے بھاگے۔ یہ بیچارہ کمزور تھا، اپنے اونٹ نہ چھڑا سکا۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو ایک ٹیلہ پر چڑھ گیا اور چلّا چلّا کر خوب گالیاں دیں اور منہ لٹکائے اپنے قبیلے میں آیا۔ لوگوں نے پوچھا منہ کیوں لٹکائے ہوئے ہو اور اونٹ کیا ہوئے۔ تو یہ مثل کہی'' جیسے اردو میں کہتے ہیں کھسیانی بلی کھمبا نوچے''۔

مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عربی زبان میں نہ صرف یہ کہ یہ صنف پائی جاتی ہے بلکہ اس میں اس کا بہت ہی قیمتی ادبی و علمی ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ یہ کہاوتیں اپنے اندر ایک شاندار تاریخی و تہذیبی ورثہ سمیٹے ہوئے ہیں جو کہ زبان

1

وبیان کا لازوال حصہ بن چکی ہیں اور عربی ادب کا کوئی طالب علم اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا ہے۔

متن کا موضوع:

اس سبق کا موضوع عربی کہاوتوں کا تعارف ہے۔اس میں عربی کی کچھ کہاوتیں بطور مثال پیش کی گئی ہیں۔ یہ بہت مختصر اور آسان ہیں لیکن اپنے اندر حکمت ودانش کا بیش بہا لعل وگہر چھپا رکھی ہیں۔ جو زبان وبیان کا اعلی نمونہ ہیں۔

متن کی توضیح وتشریح:

یہ سبق مبرد کی کتاب ''الکامل'' سے ماخوذ ہے۔اس میں مصنف نے عربی کہاوتوں کو بطور نمونہ بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ حالانکہ عربی کا دامن بہت وسیع ہے اور عربی اُمثال پر مشتمل متعدد کتابیں علماء نے تیار کی ہیں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ ان میں احمد بن محمد النیساپوری المیدانی کی مجمع الامثال اور ابو ہلال العسکری کی جمہرۃ الامثال بہت مقبول ومعروف ہیں۔

پہلی کہاوت ''لم یذھب من مالک ماوعظلک'' اگر کسی انسان کا کوئی مال بھول چوک، لاپرواہی یا کسی شخص کے دھوکے میں آکر ضائع ہوگیا جس پر وہ بہت افسردہ اور رنجیدہ خاطر ہوتا ہے۔ لیکن یہ کہاوت اس کے علاوہ ہمیں حکمت سکھاتی ہے کہ اس ضیاع کو ضیاع نہ سمجھو وہ تو تمہیں یہ سبق دے گیا کہ کس طرح پیش بندی کرنی چاہیے۔ کونسی احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہیے۔ معاملات میں کس قدر چاق وچوبند رہنا چاہیے۔ اگر تم نے اس نقصان/خسارے سے زندگی میں کچھ سبق لے لیا تو پھر یہی سیکھنا اس خسارے کا متبادل بن جائے گیا۔ اس لئے تمہیں اس پر افسوس نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ جو تم نے گنوایا ہے اس سے بہت کچھ سیکھا ہے۔

آگے ایک اور کہاوت لکھتا ہے ''رب عجلۃ تھب ریثاً''، کبھی کبھی جلد بازی تاخیر کا سبب بن جاتی ہے۔ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ایک آدمی کوئی کام جلدی جلدی کرتا ہے۔ اور پھر ایسی غلطیاں کر بیٹھتا ہے کہ پھر اسی کام کو اسے دوبارہ کرنا پڑتا ہے نتیجۃً دوگنا محنت لگتی ہے۔ دوگنا وقت صرف ہوتا ہے اور کام میں بھی تاخیر ہو چکی ہوتی ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ جلدی کا کام شیطان کا۔

ایک اور کہاوت نقل کرتا ہے۔ ''عش ولاتغتر''۔ جہاں چارہ پانی ملے اس کو لے لینا چاہیے۔ شتربان کو اس فریب یا خیال سے اس کو چھوڑ کر آگے نہ بڑھ جانا چاہیے کہ چلو آگے دیکھ لیں گے۔ اگلے سبزہ زار میں اپنے مویشیوں کو چرالیں گے۔

1

یہ دانشمندی نہیں ہے بلکہ خودفریبی یا حماقت ہے کہ جو چیز ہاتھ میں ہے اس کو آدمی چھوڑ دے اوراس امید میں چل پڑے کہ آگے چل کر میں یہ حاصل کرلوں گا۔ایک اور کہاوت عربی میں اسی سے ملتی جلتی ہے ''عصفور واحد فی الید خیر من ألف عصفور علی الشجر ۃ'' ہاتھ میں ایک گوریا رچڑیا درخت پر بیٹھی ہزار چڑیوں سے بہتر ہے۔یا اردو میں کہتے ہیں نہ نو نقد نہ تیرہ ادھار۔

اسی کہاوت سے ملتی جلتی ایک اور کہاوت مصنف نے نقل کی ہے جس سے بات اور واضح ہوجاتی ہے۔'' أن ترد الماء بماء أكيس'' آدمی کو چاہیے کہ زادسفر لے لے۔یاد رہے کہ پہلے زمانے میں سفر گھنٹوں اور دنوں کا نہیں ہوتا تھا بل کہ ہفتوں اور مہینوں کا ہوتا تھا اور عرب کی سرزمین میں ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنا آسان نہیں ہوتا تھا پھر جانوروں کی پشت پر سوار ہوکر آدمی سفر کرتا تھا۔نیز یہ ان کی سواری کے ساتھ ساتھ ان کے لیے غذا بھی فراہم کرتا تھا۔ایسی صورت میں اس کہاوت کی بڑی اہمیت ہے کہ آدمی کی عقل مندی اس میں ہے کہ جب وہ کسی چشمے پر وارد ہوتو وہاں سے پانی لے لے۔ اسے اس کو ڈھونے کی مشقت تو برداشت کرنی پڑے گی لیکن زندگی کا خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔لیکن اگر اس خیال سے کہ چلو آگے کسی چشمے سے پانی لے لیں گے اور پھر پانی نہ مل سکا تو اندیشہ ہے کہ وہ ہلاک ہوجائے، جان اس کی چلی جائے۔اس لیے حکمت اور دانائی کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ جس چشمے پر وارد ہو وہاں سے پانی لے کر آگے بڑھے۔ورنہ وہ خود اپنی ہلاکت کا سبب ہوگا۔

مصنف ایک اور کہاوت کا ذکر کرتا ہے'' قدأحزم لوأعزم'' میں جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہوں تو پہلے خوب غوروفکر کرتا ہوں۔اس کے بعد اگر مجھے یہ اطمینان ہوجاتا ہے کہ اس معاملے میں یہ رائے بہتر ہے، ایسا کرنا درست ہوگا تو پھر اس کو کر ڈالتا ہوں۔ہچکچاتا اور تردد سے کام نہیں لیتا بلکہ پوری دل جمعی سے اس کام کو اس کے آخری انجام تک پہونچا کر دم لیتا ہوں۔اور یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میں دانا و بینا ہوں۔اس ضمن میں نابغہ الجعدی کا ایک شعر نقل کرتا ہے کہ مجھے بلائیں، پریشانیاں اور مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے بلکہ وہ میرے پاس نہیں آتی ہیں کیوں کہ میں ایسا آدمی ہوں کہ کسی مشکل و پریشانی کو پہلے ہی بھانپ لیتا ہوں اور اس سے بچ نکلنے کی تدبیر اختیار کرلیتا ہوں۔

مصنف نے اسی سیاق میں ایک عرب بدو کا ایک شعر جو اس نے سوّار بن عبداللہ کی تعریف میں کہا،

نقل کیا ہے، جب کوئی معاملہ اس کے سامنے آتا ہے تو وہ اس میں توقف کرتا ہے یعنی جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہیں لیتا۔خوب غوروخوض کرتا ہے یہاں تک کہ جب حق بات اس پر واضح ہوجاتی ہے اور صحیح بات اس پر کھل جاتی ہے تو پھر اس پر فوراً عمل کرتا ہے اور بلاتردد اسے انجام دے دیتا ہے۔

آخر میں مصنف نے یہ کہہ کر درس ختم کیا ہے کہ قابل ستائش بات یہ ہے کہ کسی چیز کے حق وصواب واضح ہونے کے بعد اس پر عمل کیا جائے، اس کو نافذ کیا جائے۔ جہاں تک خطرات مول لینے یا اندھیرے میں تیر چلانے، اور بے سمجھے بوجھے خطرات میں اپنے آپ کو جھونک دینے کی بات ہے تو اہل دانش وبینش اس کو قابل تعریف نہیں سمجھتے۔ یہاں یہ مقصد نہیں ہے کہ انسان کو خطرات مول لے کر کوئی کام نہیں کرنا چاہیے بلکہ اصل چیز یہ ہے کہ سچ اور حقیقت جب تک انسان پر عیاں نہ ہو جائے اس وقت تک غور وفکر اور توقف سے کام لینا چاہیے لیکن جب حق اور صواب کا پہلو واضح ہو جائے تو پھر جھجکنا ،تردد کرنا، ڈرنا، خوف کھانا یہ مذموم عمل ہوگا۔ اس وقت خطرات مول لینا عین صواب اور قابل تعریف ہوگا۔

متن کی خصوصیات:

مبرد نے اس سبق میں کچھ منتخب عربی کہاوتیں پیش کی ہیں جو عربی زبان میں رائج امثال وحکم کی عمدہ مثالیں ہیں۔ ہمارا یہ ادیب عباسی دور سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی زبان الجھاؤ، پیچیدگی اور ابہام سے خالی ہے۔ عبارتیں بہت سبک اور رواں تو نہیں ہیں لیکن انتخاب عمدہ ہے۔ یہ کہاوتیں حکمت ودانائی کا خزانہ معلوم پڑتی ہیں انسان کو زندگی گذارنے اور برتنے کا سلیقہ سکھاتی ہیں بلکہ زندگی کے سفر میں یہ زادراہ کے مانند ہیں۔ کوئی شخص اگر ان کو اپنا حرز جان بنائے گا، تو قدم قدم پر اس کو کامیابی ملے گی اور وہ زندگی کی ہر راہ سے خوش وخرم، کامیاب وکامران گذرے گا۔

متن کی ایک دوسری امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف خود ہی ان کے معنی ومفہوم نہایت جنچے تلے الفاظ میں بیان کرتا ہے، بعض الفاظ کے لغوی معنی بھی بتاتا ہے۔ اس سے قاری معمولی سی توجہ سے ان کو بآسانی سمجھ جائے گا۔

متن ربط کلام کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ مبرد ایک کہاوت کے بعد دوسری کا اس طرح ذکر کرتا ہے جیسے سیاق کلام اس سے خود اس کا مطالبہ کر رہا ہو اور اس کا ذکر ایک ناگزیر ضرورت بن گیا ہے اس طرح پوری عبارت انتہائی مربوط اور منطقی انداز میں فطری روانی کے ساتھ آگے بڑھتی ہے کہیں پیوندکاری محسوس نہیں ہوتی ہے۔

آخر میں مبرد نے کچھ کہاوتوں کی تائید میں اشعار بھی پیش کیا ہے۔ شعر سے لفظ ومعنی کی تائید کلام کو نہایت بلیغ وموثر بنادیتی ہے اور قاری کے اندر رغبت ودلچسپی پیدا کردیتی ہے۔ یہ کسی متن کی عمدگی کی دلیل ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ متن عربی کہاوتوں کا ایک حسین انتخاب ہے۔ ربط کلام اور بات میں تسلسل وروانی اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ علم وحکمت کا خزانہ اور زبان وبیان کی عمدہ مثالیں ہیں۔

خلاصہ:

مبرد نے اس سبق میں عربی کی چند خوبصورت کہاوتیں پیش کی ہیں۔سب سے پہلے اس نے یہ کہاوت نقل کی کہ وہ مال یا عمل ضائع ورائیگاں نہیں گیا جوتم کو کچھ سبق سکھا گیا۔ پھراس نے لکھا کہ کبھی کبھی جلد بازی تاخیر کا سبب بن جاتی ہے۔ حقیقت ہے کہ جلدی کی وجہ سے اگر کام غلط یا خراب ہو گیا تو وہ مزید تاخیر کا سبب بنے گا۔اسی لیے کہا گیا ہے جلدی کا کام شیطان کا۔ پھراس کی ایک اورعمدہ کہاوت عربی زندگی وصحرائی زندگی کی آئینہ دار ہے، بیان کیا کہ جہاں کہیں راستے میں چارہ پانی ملے اسے لےلو آگے کے بھروسہ پراسے چھوڑ مت دو کیوں کہ پتہ نہیں آگے ملے نہ ملے۔اسی بات کوایک اور کہاوت مزید مؤثر کرتی ہے کہ اگر کسی پانی کے چشمے رگھاٹ پر پہونچو تو پانی لے لو،اس کو یہ سوچ کرآگے مت بڑھ جاؤ کہ اگلے چشمے پر لےلوں گا اگر اگلا چشمہ ملا تو صرف پانی ڈھونے کی مشقت برداشت کرنی پڑے گی اور اگر آگے پانی نہ ملا تو پھر ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔اس لیے دانش مندی اسی میں ہے کہ جہاں کہیں پانی ملے آدمی لے کر چلے۔ پھرایک شعرنقل کرتا ہے وہ بھی اس بات کی تائید کرتا ہے اورحکمت سے پر ہے۔ کہتا ہے کہ جب میرے سامنے کوئی معاملہ آتا ہے تو میں اس میں خوب غوروفکر کرتا ہوں تاکہ حقیقت واضح ہوجائے اورحق وصواب کا پہلو واضح ہوجائے۔اور پھرصحیح رائے تک پہونچنے کے بعداس کو انجام دینے میں تردد نہیں کرتا بلکہ پورے عزم وجزم کے ساتھ اس کو کرڈالتا ہوں۔

عقل مندوں کے نزدیک قابل تعریف عمل یہ نہیں کہ آدمی کسی معاملے میں جھٹ سے کود پڑے اور ہلاکت میں اپنے آپ کوڈال دے بلکہ قابل تعریف اقدام یہ ہے کہ جب حق بات اس پرواضح ہوجائے تواس کو پورے عزم وحوصلے سے انجام دے۔اس وقت خطرات مول لینا بھی قابل ستائش ہوگا۔

امتحانی سوالات:

۱۔ ضرب الامثال یا کہاوتوں کی اہمیت وافادیت پرروشنی ڈالیے۔

۲۔ مبرد کی زندگی اورعلمی وأدبی کارناموں پرروشنی ڈالیے۔

۳۔ الکامل کامختصرتعارف پیش کیجئے۔

۴۔ درج ذیل عبارت کی تشریح کیجئے : ’’قدأحزم لوأعزم‘‘۔

۵۔ سبق’’ضرب الامثال یا کہاوتیں‘‘ کا خلاصہ اپنی زبان میں تحریر کیجئے۔

1

مزید مطالعہ کے لیے کتابیں:

۱۔ المیدانی، أحمد بن محمد النیسا پوری،: مجمع الامثال، پی ڈی ایف فائل، سنہ طباعت مذکور نہیں۔

۲۔ العسکری، ابو ہلال،: جمہرۃ الامثال، دارالجیل، بیروت ،سنہ طباعت ۱۹۸۸ء۔

۳۔ المبرد، ابوالعباس محمد بن یزید، : الکامل فی اللغۃ والادب، دارالفکرالعربی، قاہرہ، مصر، تیسرا ایڈیشن، سنہ طباعت ۱۹۹۷ء۔